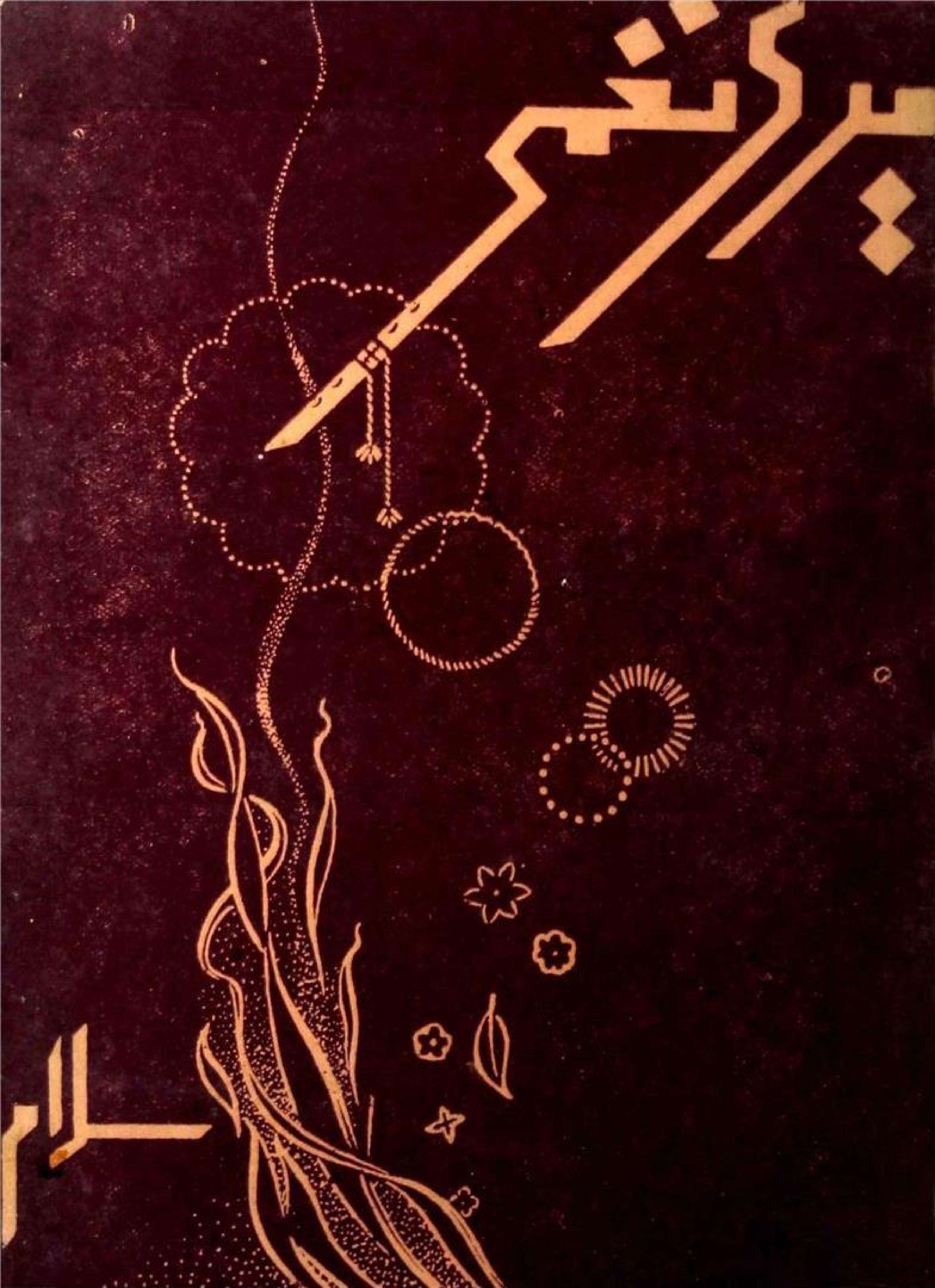

سلام

سلام مچھلی شہری

بسلسلۂ انجمن ترقی پسند مصنفین

میرے نغمے

سلام (مچھلی شہری)

تعارف

پھول

۱	شکریہ	۹
۲	نقادوں سے	۱۰
۳	رنگین آنسو	۱۳
۴	میری دنیا	۱۴
۵	احساس	۱۶
۶	ادھورے جلوے	۱۷
۷	تلافی خواب	۱۸
۸	عید کی مبارکباد	۲۰
۹	قسم	۲۲
۱۰	اپنے گھنشام سے	۲۳
۱۱	امید	۲۶

۱۲	کیا ایسا ہی ہوا کرتا ہے ؟	۲۷
۱۳	آئینۂ خیال	۲۹
۱۴	ایک خط	۳۰
۱۵	ادبی تغیّر	۳۱
۱۶	تمہارا تعارف	۳۲
۱۷	جواب	۳۴
۱۸	اے گلاب !	۳۵
۱۹	عاشق کا فلسفہ	۳۷
۲۰	افسانہ در افسانہ	۳۸
۲۱	شروعِ محبت	۴۰
۲۲	حوصلے	۴۲
۲۳	سہرا	۴۳
۲۴	گلاب باڑی	۴۴
۲۵	چاندنی رات	۴۵
۲۶	گاؤں کی رانی	۴۶

۲۷	بے گایا ہوا نغمہ	۴۷
۲۸	آنسو	۴۸
۲۹	محبت کے گیت	۴۹
۳۰	بھلا دو!	۵۱
۳۱	وہاں!	۵۳
۳۲	بھولی پجارن	۵۵
۳۳	تمھیں ہم یاد آئیں گے!	۵۷
۳۴	اودھ کا چاند	۵۹
۳۵	میری نظم کا اثر	۶۰
۳۶	ملّاح کی بیوی	۶۱
۳۷	گیتوں کے دیوتا سے	۶۲
۳۸	تبسم	۶۳
۳۹	کملا کا خط	۶۵
۴۰	برا ہی کیا ہے!	۶۶
۴۱	شاعر جواں مرگ	۶۷

۴۲	کشتی کا سفر	۶۸
۴۳	دل	۷۱
۴۴	جرعات	۷۲
۴۵	دو پھول	۷۴
۴۶	حسین تعارف	۷۶
۴۷	مجھکو آپ سے شکوہ ہے!	۷۹
۴۸	آپ بیتی	۸۳
۴۹	تصویر سے	۸۴
۵۰	سلامِ شوق اے زرّیں زمانہ!	۸۷
۵۱	صبح	۸۹
۵۲	صبح اور ایک جھیل	۹۰
۵۳	تمہید نغمہ	۹۲
۵۴	بکھرے ہوئے پھول	۹۳

انگارے

۵۵	بھولے بھالے گیت	۱۰۴
۵۶	خاموش رہو!	۱۰۶
۵۷	سورج کو دیکھکر	۱۰۸
۵۸	وطن کے گیت	۱۱۰
۵۹	جنت	۱۱۲
۶۰	مزدور کہتے ہیں!	۱۱۳
۶۱	؟	۱۱۵
۶۲	تعارف	۱۱۶
۶۳	مجبوریاں	۱۱۷
۶۴	فطرت اور انقلاب	۱۱۸
۶۵	ہو جاؤ آزاد!	۱۲۰
۶۶	مزدور کا اعلان	۱۲۲
۶۷	خوشی کی بھیک	۱۲۳

۶۸	اے کسان گائے جا!	۱۲۴
۶۹	طالب علموں کا ترانہ	۱۲۶
۷۰	زندہ باد!	۱۳۲
۷۱	شہر سے دور!	۱۳۴
۷۲	جہاں میں ہوں!	۱۳۶
۷۳	باغی سجدے	۱۳۷
۷۴	کیا یہ ممکن ہے؟	۱۳۹
۷۵	شباب	۱۴۲
۷۶	چار مناظر	۱۴۳
۷۷	ایسا کیوں ہوتا ہے؟	۱۴۶
۷۸	بہو بیگم کا مقبرہ	۱۴۹
۷۹	مسافر سے	۱۵۰
۸۰	حسین نظارے	۱۵۲
۸۱	شاہ برطانیہ سے	۱۵۴
۸۲	لہرانے دو!	۱۵۵

٨٣	نعرے	١٥٧
٨٤	آخری قدم	١٥٩
٨٥	ابھی وطن غلام ہے	١٦٦
٨٦	وحشی گیت	١٦٨
٨٧	شرائط	١٧٣
٨٨	ہاجرہ سے	١٧٤
٨٩	عجیب بھکاری	١٧٦
٩٠	کشمکش	١٧٩
٩١	ہم تیار رہیں	١٨٠
٩٢	زندگی	١٨٢
٩٣	وطن کا مجرم	١٨٣
٩٤	سڑک بن رہی ہے	١٨٥
٩٥	قلی	١٨٧
٩٦	مجھے وہ نظم لکھنی ہے	١٨٨
٩٧	شاعر کہ مجرم؟	١٩٠
٩٨	برطانیہ سے	١٩١
٩٩	گنگا کنارے	١٩٢

شکریہ

یحییٰ[1] ـــــ مرے برادرِ مشفق! قبول ہو
اِس لطفِ دلنواز و عنایت کا شکریہ

میرا سخن کہ بیکس سرمایۂ نمود
میرے سخن کے بارِ اشاعت کا شکریہ

"الفت" کہ ایک لفظ صد احساس در کنار
اے دوست! اس خموش محبت کا شکریہ

[1] محمد یحییٰ اخنی (اعظم گڈھ)

نقّادوں سے

مجھے معاف ہو اے ناقدِ زبان و ادب!
قیودِ فن سے اگر دُور ہوں مرے جذبات
تری کتاب میں شاید "ادب برائے ادب"
مرے خیال میں لیکن "ادب برائے حیات"
تو پھر "ادب" میں ابھی انقلاب کی خاطر
کہاں ہے فرصتِ پابندیِ قیود و نکات!

میرے نغمے باغی بھی ہیں، میرے نغمے پیارے بھی
اب جس کا جو ذوقِ نظر ہو، پھول بھی ہیں انگارے بھی

پھول

تخئیل نے جنھیں کھو کھو کر رومانی نغمے گائے ہیں
میں آج معنون کرتا ہوں یہ پھول انھیں نظاروں سے

سلام

رنگین آنسو

فکر، اور اک شاعرِ رومان کو
آ، کوئی نغمہ سنا دوں اے سلام!

یہ کھنڈر، اور شاعرِ رنگیں خیال
آ، یہیں جنت بسا دوں اے سلام!

خشک لب، اور شاعرِ صہبا پرست
آ، مے رنگیں پلا دوں اے سلام!

خونِ حسرت، اور اک شاعر کا دل
آ، ذرا ہولی رچا دوں اے سلام!

بے بسی اور جبرئیلِ عقل و ہوش
آ، ستاروں کو بلا دوں اے سلام!

رات، اور اک ناظرِ حسنِ جہاں
آ، کہ صبحِ نو دکھا دوں اے سلام!

یاس، اور اک منکرِ لطفِ ازل
آ، تجھے کافر بنا دوں اے سلام!

آرزوئے موت، اور اک نوجواں
آ، جوانی کو دعا دوں اے سلام!

میری دنیا

دور رہو دنیا سے میری یا دیکھو بھالو، سیر کرو
اسمیں اجڑے جنگل بھی ہیں، اور حسین نظارے بھی
میرے دل کی رنگیں راتیں، میرے دل کے غمگیں دن
جلوہ فگن ہیں داغ بھی اسمیں، روشن چاند ستارے بھی
جی میں آئے رو سکتے ہو، جی میں آئے ہنس بھی لو
یاں موتی کی لڑیاں بھی ہیں اور آنسو کے دھارے بھی
چاہوں یہ آکاش سجادوں چاہوں اسکو پھونک بھی دوں
دوڑ رہی ہے برقِ تپش بھی کھیل رہے ہیں تارے بھی
چاہے بڑھتی پینگیں دیکھو، چاہے آکر سوگ کرو
آنسو کی ساون رت بھی ہے، الفت کے گہوارے بھی

چاہے دیپک راگ سناؤں، چاہے چھیڑوں پریم کے گیت

دل میں دُکھ کے مارے بھی ہیں، پہلو میں سہارے بھی

میری دنیا کیسی دنیا، کیا جانو اس دنیا کو!

اسمیں دکھ کے آنسو بھی ہیں، اسمیں چاند ستارے بھی

احساس

حسنِ آمدِ سرما اور اس ٹھکانے سے
پھر مجھے محبت ہے اپنی نظم گانے سے

پھر وہی زمانہ ہے شام کے ٹہلنے کا
خوش ہوں سوچکر اک بات اپنی مسکرانے سے

پیاری پیاری سبزے پر اوس دیکھکر جیسے
باز آگیا ہوں میں اشک کے بہانے سے

سوچکر کسے دونگا، ہوگئی ہے نفرت سی
اب "گلاب باڑی"[1] کا پھول توڑ لانے سے

درسِ نغمۂ ٹیگور اب مجھے نہیں بھاتا
ہوگئی ہے الجھن سی عورت کے فسانے سے

چپکے چپکے گاتا ہوں نظم شاعرِ شیراز
کچھ سکوں سا ہوتا ہے عشق کے ترانے سے

کتنی کیف آگیں ہے داستانِ دل لیکن
دور دور رہتے ہو تم مرے فسانے سے

"خیر، میں ستاروں کو حال دل سناتا ہوں
دو جہاں پہ چھا جاؤ تم کسی بہانے سے!"

[1] مقبرۂ شجاع الدولہ فیض آباد

ادھورے جلوے

معبودِ محبت کے سجدے اور اوجِ جبینِ دیوانہ
کچھ شمع کے جلووں کی باتیں از جلوہ نوازِ پروانہ
تکلیف نہ ہو تو عرض کروں رومان بھرا اک افسانہ!

جب پہلے پہل میں نے تم کو سرجو[1] کے کنارے دیکھا تھا
کیا پیاری پیاری گھڑیاں تھیں، کیا دل افروز نظارا تھا
اک جانب دل کی موجیں تھیں، اک جانب جوشِ دریا تھا

مصروف تو تم اشنان میں تھیں اور پریم کا مارا تھا کوئی
تم کھیل رہی تھیں موجوں سے سرمست تمہارا تھا کوئی
تم جانِ نظارہ تھیں گویا مدہوشِ نظارا تھا کوئی

[1] دریائے گھاگھرا

تلافی خواب

جو میرے خواب کا حاصل تمھیں کو تھا معلوم ۔۔۔ تو پہلے ہی سی مجھے بھی بتا دیا ہوتا

شروعِ عشق کی تعمیر نو یہ ہنس ہنس کر ۔۔۔ محبتوں کے شوالے کو ڈھا دیا ہوتا

مری نگاہ کی پہلے پہل کی جرأت پر ۔۔۔ حریمِ ناز کا پردہ گرا دیا ہوتا

جوابِ نگارشِ رنگیں سی دل الجھتا ہی ۔۔۔ مرا پیامِ محبت جلا دیا ہوتا

اس ابتدا کی غزل پر جو تم سی تھی منسوب ۔۔۔ حقارتوں سی یونہی مسکرا دیا ہوتا

نہ اس جسارتِ تسلیم پر بوقتِ خرام ۔۔۔ تبسموں سے مرا دل بڑھا دیا ہوتا

غرض کہ بھولے سی اپنے حسین خوابوں میں
اگر میں کھو ہی گیا تھا جگا دیا ہوتا!

اک جانب مجھکو دیکھکے کچھ گھبرا سی گئیں، شرما سی گئیں
پھر بن کے تبسّم کی بجلی نظروں کی فضا پر چھا سی گئیں
ہاں، ساری فضائیں فطرت کی کمھلا سی گئیں مرجھا سی گئیں

میں تم میں کچھ ایسا کھو بیٹھا تم گھاٹ سے رخصت ہو بھی گئیں
دلکش بھی ہوئیں کچھ امیدیں اور وجہِ مصیبت ہو بھی گئیں
بس پل بھر کی ساکت گھڑیاں پیغامِ محبت ہو بھی گئیں

رنگین فضائیں روٹھ گئیں، ناراض جہانِ منظر تھا
موجیں بھی مجھی سے برہم تھیں، دریا کی جبیں پر تیور تھا
تقصیر کہ تم کو کیوں دیکھا، یہ جرم کہ میں کیوں مضطر تھا!

عید کی مبارکباد

خوشی میں عید کی یہ سرزمیں جنت بداماں ہے
شروعِ حسرتِ ارماں سے تکمیلِ ارماں ہے
فسانہ ہائے عالم کا محبت ہی کا عنواں ہے
تمھیں یہ عید یہ دن اور یہ لمحے مبارک ہوں!

کنارِ آئینہ سج دھج کے با صد حسن رعنائی
حسینانِ جہاں لیتے ہیں انگڑائی پہ انگڑائی
کسی کو فخرِ یکتائی، کوئی محوِ خود آرائی
تمھیں عید یہ دن اور یہ لمحے مبارک ہوں!

تمنا گا رہی ہے، آرزو محوِ ترانہ ہے
مسرت کی کہانی ہے، محبت کا فسانہ ہے
زمانے کو گماں یہ ہے کہ اپنا ہی زمانہ ہے
تمھیں یہ عید یہ دن اور یہ لمحے مبارک ہوں!

مبارک ہو کہ روزِ عید کے دلکش نظارے ہیں
زمیں پر غنچہ و گل، آسماں پر چاند تارے ہیں
ہمیں کیا پوچھتی ہو ہم تو اک آفت کے مارے ہیں — تمھیں یہ عید، یہ دن اور یہ لمحے مبارک ہوں!

تمھیں ہم اور کیا بھیجیں کہ مایوسِ مسرت ہیں
مری تخئیل کے یہ کچھ پھول ہی نذرِ محبت ہیں
انھیں منظور کر لو، یہ نشانِ پاسِ حسرت ہیں — تمھیں یہ عید، یہ دن اور یہ لمحے مبارک ہوں!

قسم

فلک کے ستاروں کو دیکھا ہے تم نے؟
قسم ہے مُبارک ضیاؤں کی مجھکو
چمن کے نظاروں کو دیکھا ہے تم نے؟
قسم ہے معطّر فضاؤں کی مجھکو
کہ میں تم کو تاروں میں ڈھونڈھا کرونگا
چمن کے نظاروں میں ڈھونڈھا کرونگا!

اپنے گھنشام سے

(بسنت کے دن ، آدھا کے تاثرات)

گوکل کی فضاؤں میں ہاں جھوم کے گاؤ پھر
اک گیت مرے پیارے! جمنا کو سناؤ پھر
ہاں پریم کے گیتوں کا سنسار بساؤ پھر
اے کرشن! ذرا بنسی ہنس ہنس کے بجاؤ پھر
اے کرشن ———— !!

پھر موسمِ گل آیا، پھر فصلِ بہار آئی
لیتے ہیں چمن والے انگڑائی پہ انگڑائی
پورب کے کناروں میں پھر مست گھٹا چھائی
ہاں جھوم کے گاؤ پھر، آکاش پہ چھاؤ پھر
اے کرشن ———— !!

فطرت کے گلستاں کے نظاروں کا کیا کہنا!
ان کلیوں کا کیا کہنا، ان تاروں کا کیا کہنا!
اس حسن کی دنیا کے مہ پاروں کا کیا کہنا!
مہ پاروں کو گیتوں سے ہاں مست بناؤ پھر
اے کرشن ——— !!

لے ایسی نہ تھی پہلے کوئل میں، پپیہا میں!
یہ حسن نہ تھا پہلے گلہائے دل افزا میں!
پوشیدہ ہو تم جیسے چمبیلی میں، چمپا میں!
ان پھولوں کے پردے سے باہر نکل آؤ پھر
اے کرشن ——— !!

گوکل کی فضائیں ہیں، جمنا کے کنارے ہیں،
آکاش پہ پانی ہے، پانی میں ستارے ہیں،
بے چین ستارے بھی درشن کو تمہارے ہیں،
اے کاش مرے دیوتا! تم روپ دکھاؤ پھر
اے کرشن ——— !!

ہم پریم پجارن ہیں، تم پریم کے دیوتا ہو
ہم پریم بھکارن ہیں، تم پریم کے داتا ہو
ہم پریم کی نیّا ہیں، تم پریم کھوّیا ہو
ہاں پریم کی نیا کو اب پار لگا دو پھر
اے کرشن ——————— !!

آمد میں تمہاری ہم اس گھر کو سجائیں گے
کشمیر کے پھولوں سے گوکل کو بسائیں گے
ہم توڑ کے تاروں کو آکاش سے لائیں گے
قدموں سے مرے گھر کو آکاش بنا دو پھر
اے کرشن ——————— !!

ہاں فصل بہار آئی، با عزّ و وقار آئی،
اُمید کی کلیوں کو مانا کہ سنوار آئی،
پر تم ہی نہ جب آئے تو خاک بہار آئی،
رادھا کی قسم تم کو اک بار تو آ دو پھر
اے کرشن ——————— !!

امید

زمین و آسماں بھی دور سے ملحق نظر آئیں
سمندر میں کئی جانب سے ندیاں آ کے مل جائیں
ستارے بھی مہِ تاباں کو کھو کر رات کو پائیں
تو پھر ہم کس لئے محرومِ دیدِ یار ہو جائیں
بنیں گی منزلِ مقصود یہ ناکامیاں میری
کہ اے امید! تو کرتی ہے دل افزائیاں میری

کیا ایسا ہی ہوا کرتا ہے؟

صبح کو کوئی پھول جو دیکھا　　میں نے سمجھا تم خنداں ہو
دن میں کوئی موتی چمکا　　میں نے سمجھا تم تاباں ہو
رات کو کوئی تارا ٹوٹا　　میں نے سمجھا تم رقصاں ہو

لیکن جب کچھ غور کیا تو:۔

اُف! وہ پھول تو اک کانٹا تھا
موتی، آنسو کا اک قطرہ تھا
تارا تو اک انگارہ تھا　　کیا الفت کے خواب یہی ہیں
کیا ایسا ہی ہوا کرتا ہے؟

پیارے پیارے نظاروں میں　　میں نے تم کو پیارا سمجھا
رنگیں رنگیں گلزاروں میں　　میں نے تم کو چمپا سمجھا

اودے اودے کہسارؔن میں
میں نے تم کو دیوتا سمجھا
لیکن جب کچھ غور کیا تو:۔
پیارا غیر سے بڑھ کر نکلا
پھول تو اُف! اک پتھر نکلا
دیوتا ایک ستمگر نکلا
کیا الفت کے خواب یہی ہیں
کیا ایسا ہی ہوا کرتا ہے؟

گھومنے کو گلزار میں آئے
میں نے دل کا پودا سمجھا
چمبیلی کے ہار میں آئے
میں نے دل کی مالا سمجھا
گھنگھرو کی جھنکار میں آئے
میں نے دل کا نغمہ سمجھا
لیکن جب کچھ غور کیا تو:۔
غم کی کلی بھی پھوٹ چکی تھی
دل کی مالا ٹوٹ چکی تھی
گیتوں کی لے چھوٹ چکی تھی
کیا الفت کے خواب یہی ہیں
کیا ایسا ہی ہوا کرتا ہے؟

آئینۂ خیال

تصوّرات کی دنیا الگ بنائے ہوئے
تخیلوں کی نئی بستیاں بسائے ہوئے

سلامِ شاعرِ فطرت کنارِ آبِ رواں
بنا رہا تھا محمات زندگی آساں

یکایک آئینۂ نور اک نظر آیا
اُٹھا کے ہاتھ میں جب غور سے اسے دیکھا

کہیں تھیں حسن کی رنگیں ادائیں آئیں
کہیں تھیں عشق کی جوہر نمائیاں آئیں

کوئی تھا شیشے میں محوِ جمال آرائی
پسِ نقاب کسی کو گمانِ یکتائی

تصوّرات کی بستی تھی چار سو آباد
غرض خیال کی دنیا رہے نگ و بو آباد

سلامِ شاعرِ رومانِ ؑادیِ رنگیں
خدائے حسن کے آگے جھکا رہا تھا جبیں

یکایک آئینہ ہاتھوں سے اسکے چھوٹ گیا
وہ گر کے دستِ تصوّر سے آہ! ٹوٹ گیا

لہ پلاٹ ایک انگریزی نظم سے ماخوذ ہے۔ سلام

ایک خط

معاف ہو کہ مجھے آپ سے شکایت ہے، یہی کہ آپ نے خط کا مرے دیا نہ جواب
مجھے معاف کہ خود ہی مجھے خجالت ہے، کیا تھا آپکو کیوں بے تکلفی سے خطاب
مجھے معاف کہ پھر مائلِ جسارت ہے، زبانِ شاعرِ بیکس کا اک شکستہ رباب
قبول بزمِ مسرت کو میرا ساز نہیں
ابھی کوئی بھی مرا حوصلہ نواز نہیں

بھائی ــــــــــ کے نام سلام

ادبی تغیر

کسی سے لوں نہ اب اصلاح تو کیوں یہ اڑاتے ہیں
کہ میں استاد کے احسان سے انکار کرتا ہوں
متینؔ[1] یادگارِ داغؔ سے بیکار کرتا ہوں
ادب کرتا ہوں۔ مجھکو فخر ہے ان کی فضیلت کا
قدیم اسکول کے اس آخری شاعر کی عظمت کا
مگر حاجت نہیں تنہا عروضوں اور زبانوں کی
دلی سے داغؔ تک بکھرے ہوئے یکساں فسانوں کی
نئے شاعر تو تغیرِ ادب کے گیت گاتے ہیں!

[1] مچھلی شہری

۲۷ر دسمبر ۳۵ء

تمہارا تعارف

الفت کی نظر رکھنے والے بتلاؤ تمہیں کیا کہتے ہیں
سب دل کی زمینِ نازک پر اک حسن کی دنیا کہتے ہیں

پردے میں تبسم سے اپنے جب کوئی کھیل رچاتی ہو
ساون کی گھٹاؤں میں تم کو اک برقِ تجلا کہتے ہیں

جب میرے نغمے سنکر تم پازیب بجاتی آتی ہو
سب کرشن کی بنسی پر رقصاں ہو جیسے رادھا کہتے ہیں

جب میری محبت کے آنسو میں رات کو رقصاں ہوتی ہو
سب محفلِ انجم میں تم کو رقاصۂ زہرا کہتے ہیں

جب چاندنی راتوں میں پھولوں کا ہار بنایا کرتی ہو
سب رنگیں تاروں کے جھرمٹ میں چاند کا جلوہ کہتے ہیں

جب صبح کو رنگیں ساری میں سرجو کے کنارے جاتی ہو
داماں افق کے پردے سے سورج کا نکلنا کہتے ہیں

جب رنگیں رنگیں ہاتھوں کو دریا میں جاکر دھوتی ہو
سب دست حنائی کا پانی میں آگ لگانا کہتے ہیں

جب پھولوں کی تھالی لیکر مندر میں چڑھانے جاتی ہو
مرلی کے پجاری دھوکے میں من موہن دیوتا کہتے ہیں

جب سیر کو سج کر پھلواری میں ہنستی کھیلتی جاتی ہو
سب جوہی، چمیلی، گیندا، بیلا، نرگس، چمپا کہتے ہیں

جب دیکھکے یہ کلیاں تم کو کھل جاتی ہیں جھک جاتی ہیں
سب رنگیں فطرت کے ہاتھوں انساں کی پوجا کہتے ہیں

فطرت کے حسین نظاروں میں سو نام تمہارے ہیں لیکن
ہم ٹھنڈی سانسیں بھر بھر کر بس تمکو چمپا کہتے ہیں

جواب

جب حسن کو رسوا کرنا ہے، پھر حسن کو دیتا کیوں کوئی
ان رنگیں رنگیں باتوں کو اک پریم کی پوجا کیوں کہئے

میں نغمے سن کر آتی ہوں، وہ چاہے جس کا نغمہ ہو
با حسن خصوصیت مجھکو پھر کرشن کی رادھا کیوں کہئے

جلوے تو محبت والوں کو مشتاق بنایا کرتے ہیں
تکلیف ہو جس جلوے سے اسے اک برق تجلا کیوں کہئے

اے گلاب!

تیری یہ خاموشیاں، نغمۂ تارِ رباب
تیری یہ رنگینیاں مستیِ جامِ شراب
تیری یہ رعنائیاں، مایۂ جوشِ شباب

کافرِ صد رنگ و بو، حسن کا سرمایہ دار
غازۂ نزہت بہ رخ، رنگِ چمن در کنار
دل کے مرقّع کا اک صفحۂ فردوس زار

یہ لبِ نغمہ نوا، یہ مترنّم نظر
میری محبت پہ اف! یہ متبسّم نظر
تجھ سے مشابہ ہی کچھ وہ متکلّم نظر

اے گلِ کشمیر رخ! اے رخِ ماہِ کمال!
تیری یہ تابانیاں، جیسے زمیں پہ ہلال
شاعرِ فطرت کا تو شاہدِ رنگیں جمال

تیری سحر دلنواز، روح فزا تیری شام
مایۂ مہرِ مبیں، نازشِ ماہِ تمام
ان کو بتا دے ذرا تجھ پہ نچھاور سلام

عاشق کا فلسفہ

چشمے دریا سے ملتے ہیں
اور دریا جا کے سمندر سے۔
جنت کی ہوائیں بہتی ہیں اک جذبۂ رومانی لیکر۔
تنہا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔
فطرت کا قانون ہے یہ ——
کیوں میں بھی تمہارے ساتھ نہیں ؟
دیکھو تو ذرا کہساروں کو
آکاش کے ماتھے چومتے ہیں۔
موجیں بھی ہم ملتی ہیں گلے۔
سورج کی ضیائیں آ آکر قدموں کو زمیں کے چومتی ہیں
اور چاند کی کرنیں کرتی ہیں کس شوق سے پیار سمندر کو۔
نیچر کے یہ پیار ہیں کس قابل ——
جب تم بھی نہ مجھکو پیار کرو !

(شیلی)

افسانہ در افسانہ

"نقرئی فضا کو اور دلنشیں بنا دو نا
تم کو چاند کی سوگند نظم اک سنا دو نا!

"دور تک کھلی چھت تھی، چاندنی کی راتیں تھیں
شوق کی فضائیں تھیں دل کی کائناتیں تھیں
کوئی بار بار اپنی نظم گائے جاتا تھا۔
کوئی چاند کی صورت مسکرائے جاتا تھا۔
جیسے تار چھڑنے پر ساز گنگنا اٹھے
تتلیوں کے گانے سے پھول مسکرا اٹھے،

"ہاں تو پھر ہوا کیا جب گیت گا چکا کوئی
جی ہی جی میں خوش ہو کر مسکرا چکا کوئی
اس شب محبت کا کیا سماں رہا ہوگا
جیسے ایک اک لمحہ داستاں رہا ہوگا!

"اک خموش سا نغمہ چاندنی کے تاروں پر
جیسے سحر کا عالم رات کے نظاروں پر
گاتے گاتے جب اپنے گیت تھک گیا کوئی
خامشی سے اکتا کر خود ہی کہہ اٹھا کوئی

گا ئیے بھی اور آ گے گیت ابھی ادھورا ہے
اس حسین نغمے کا جانے ما حصل کیا ہے!

"ہاں، تو اسنے کیا گایا، کیا غرض تھی گانے کی
اک لطیف موسیقی چاند کو سنانے کی؛
آہ! کیا مبارک تھی وہ حسین ساعت بھی
چاندنی بھی، نغمہ بھی، حسن بھی، محبت بھی
دو محبتوں میں میں کاش جا پڑی ہوتی
کیسی برہمی ہوتی، کیسی دل لگی ہوتی!

"کچھ نہیں بڑی ضد پر اس نے گنگنایا پھر
اپنی پہلی ہی دھن میں ایک بار گایا پھر
حسنِ عالمِ سیمیں، اے مرے مہِ تاباں!
اے مرے تصور کے خالقِ طرب ساماں!
وہ ہیں، دل کی دنیا ہے، اک حسین ساعت ہے،
آہ! کسطرح کہدوں، مجھکو تم سے الفت ہے!"

"خوب، اب سمجھ پائی، کس طرح ستاتے ہو
نظم کے بہانے سے تم مجھے بناتے ہو
چاند کی ضیا دیکھو، جھلملائی جاتی ہے
اب معاف ہو، مجھکو نیند آئی جاتی ہے!"

شروعِ محبت

وہ دل کی کشش وہ نگاہوں کی جرأت — وہ نظارۂ جلوۂ طورِ الفت
وہ نیچی نظر با حجابِ نزاکت — وہ میرا ہراسِ شروعِ محبت

مجھے ایک اک بات یاد آ رہی ہے
مرے دل کو رہ رہ کے تڑپا رہی ہے

وہ آغازِ الفت کی دلکش کہانی — وہ لفظِ محبت کی فکرِ معانی
زمانے میں وہ باعثِ بدگمانی — تمہارا لڑکپن، ہماری جوانی

مجھے ایک اک بات یاد آ رہی ہے
مرے دل کو رہ رہ کے تڑپا رہی ہے

تمہاری ہی خاطر تمہاری بدولت — کبھی اک مصیبت کبھی اک مسرت
محبت، محبت، یہ لفظِ محبت — "گھڑی بھر میں دوزخ، گھڑی بھر میں جنت"

مجھے ایک اک بات یاد آ رہی ہے

مرے دل کو رہ رہ کے تڑپا رہی ہے

زمانے کی وہ گردشیں بھول جانا   محبت کی وہ ایک دنیا بسانا

بلانا، بلانا، ذرا پھر بلانا   کہاں ہے مرا وہ سنہرا زمانا

مجھے ایک اک بات یاد آ رہی ہے

مرے دل کو رہ رہ کے تڑپا رہی ہے!

وصل

چلو، آج، فطرت کی رعنائیوں میں
تمھیں ایک شاعر کے نغمے سنا دوں

اسی نظم سے جو ہے منسوب تم سے
ارادہ ہے دنیا کو جنت بنا دوں

شفق کے حسینوں میں ہولی منا کر
محبت کی محفل کو رنگیں بنا دوں

ترنم بہ لب آبشاروں میں چھپ کر
یہی گیت اک اور لے میں سنا دوں

یہ سمجھا ہے ہنستی ہوئی بجلیوں سے
انھیں بھی تمھارا تبسم بنا دوں

پئے سجدۂ خالقِ حسنِ رنگیں
جبینِ مہ و مہر و انجم جھکا دوں

ستاروں کے گلشن سے کچھ پھول لیکر
تمھیں پریم دیوتا سمجھ کر چڑھا دوں

افق کی حسیں وادیوں کے کنارے
کوئی خوبصورت سی دنیا بسا دوں

تمھیں ساتھ لیکر یہ سوچا ہے میں نے
جہانِ طرب غیر فانی بنا دوں

سہرا

اے دوست! تمہارے واسطے یہ کس درجہ مبارک دن ہوگا؟

سرخ اور سنہرے جوڑے سے اسوقت سجے جاتے ہوگے
تم بیلا اور چمیلی کے پھولوں میں بسے جاتے ہوگے
ماں باپ بلائیں نوشہ کی کن ہاتھوں سے لیتے ہونگے
قرآن کے روحانی نغمے برکت کی دعا دیتے ہونگے
تم رسم و رواج محفل کی تاخیر سے اکتاتے ہوگے
یا اپنے نئے ساتھی سے اب ملنے کے لئے جاتے ہوگے
جب گھر کی بہارِ رقصیدہ پر آج نظر کرتے ہوگے
تم دنیا کی رعنائی کا دل ہی میں دم بھرتے ہوگے

اے دوست! تمہارے واسطے یہ کس درجہ مبارک دن ہوگا؟

میں اور مسرت کی محفل، اے دوست! نہ یوں مجبور کرو
لو، بس میری تخئیل کے پھولوں کا سہرا منظور کرو

اے مجتبیٰ حسین

گلابؔ باڑی

"سب تجھے مقبرۂ شاہِ اَوَدھ کہتے ہیں

اور ہم سیر کناں حسن کے مہ پاروں میں

جون کی صبح کے مہکے ہوئے نظاروں میں

یعنی جب خالقِ موسیقی ورومان کوئی

ہم کو دیتا ہے نئی نظم کا عنوان کوئی

یہ سمجھتے ہیں کہ نغمات یہیں رہتے ہیں"

لے فیض آباد

چاندنی رات

آج فطرت ہے جیسے آمادہ،
بہرِ تخلیقِ حسنِ نور آگیں
یا بچھایا ہے عرش والوں نے
فرش پر ایک چادرِ زرّیں

چاند کی نقرئی جبینوں سے
اک سمندر بہا کے لائے ہیں
جیسے کشتی کی سیر کرنے کو
عرش سے کا مدیو آئے ہیں

گاؤں کی رانی

جب صبح سنور کر آتی ہے   میں رہتی ہوں گلزاروں میں
جب کوئی گھٹا گھر جاتی ہے   میں گھومتی ہوں کہساروں میں
جب چاندنی ہر سو چھاتی ہے   میں سوتی ہوں نظّاروں میں

جب پیاری چڑیاں بولتی ہیں   میں بستر سے اُٹھ جاتی ہوں
جب منھ یہ کلیاں کھولتی ہیں   میں چپکے چپکے گاتی ہوں
جب موجیں لڑیاں رولتی ہیں   میں ندی کنارے آتی ہوں

اشنان کو گھاٹوں پہ جا کر   کچھ انگڑائی سی لیتی ہوں
چوری سے کوئی کشتی لا کر   میں جلدی جلدی کھیتی ہوں
اک صورت پانی میں پا کر   میں چپکے سے ہنس دیتی ہوں

نیچر کی سنواری رانی ہوں
میں گاؤں کی پیاری رانی ہوں

بے گایا ہوا نغمہ

"یہ صبحِ عید کی رعنائیاں اور میرے ہاتھوں میں
اجل کی نیند میں کھوئی ہوئی ننھی بہن ——— زہرہ
کہ جیسے بھیجتا ہوں آج میں فردوس والوں کو
بہت معصوم، لیکن ایک "بے گایا ہوا نغمہ"

۲۱ جنوری ۱۹۴۸ء

آنسو

مجھے دیکھتے ہی پئے خیر مقدم — مسرت کے ساماں ہیں آنسو نہیں ہیں
محبت کی راتوں میں دامن پہ میرے — ستارے درخشاں ہیں آنسو نہیں ہیں
جو نکلیں تو بنجائیں اک نظم رنگیں — یہ جذبات پنہاں ہیں آنسو نہیں ہیں

یہ ہلکے سے کچھ میری نظموں کے اوپر
محبت کے عنواں ہیں آنسو نہیں ہیں

محبت کے گیت

کانٹوں کی وادی میں جانا، جس کے آگے جنت ہے
اک ٹھنڈی بجلی کا گرنا، جس سے دل کو راحت ہے
اک رنگیں ناگن کا ڈسنا، جس کا اثر ہی امرت ہے
ہاں، یہ بتاؤ کیا اس کا ہی پیارا نام محبت ہے؟

دل میں کوئی بھید سا ہونا اور چھپانا مشکل ہے
دل میں اک کانٹا سا کھٹکنا اور ہٹانا مشکل ہے
دل میں کچھ محسوس سا ہونا اور بتانا مشکل ہے
ہاں یہ بتاؤ کیا اس کا ہی پیارا نام محبت ہے؟

جیسے اک ساگر میں کوئی دل کی نیّا جاتی ہے
ڈوبتی ہے اوپر آتی ہے، موجوں سے ٹکراتی ہے
سو طوفانوں سے لڑتی ہے پھر ساحل کو پاتی ہے
ہاں، یہ بتاؤ کیا اس کا ہی پیارا نام محبت ہے؟

تخئیلوں کی اک دنیا میں کوئی باغ لگاتا ہوں
پھولوں کے پیارے پودوں کو میں پروان چڑھاتا ہوں
ہوش میں آجاؤں تو پھر کانٹے ہی کانٹے پاتا ہوں

ہاں، یہ بتاؤ کیا اس کا ہی پیارا نام محبت ہے؟

پریم کی اک جنت ہی سمجھنا، ان پریمی برساتوں کو
خواب کی رنگیں پھلواری میں کلیاں چُننا راتوں کو
آنکھ کھلے تو کچھ نہ سمجھنا، خود اپنی ہی باتوں کو

ہاں، یہ بتاؤ کیا اس کا ہی پیارا نام محبت ہے؟

نیچے کانٹوں کی جھاڑی ہے، پھولوں کا گلدستہ ہے
اوپر جامن کی ڈالی میں ساون کا اک جھولا ہے
پینگیں بڑھتی جاتی ہیں، دل ڈرتا ہو خوش ہوتا ہے

ہاں، یہ بتاؤ کیا اس کا ہی پیارا نام محبت ہے؟

بھلا دو!

اگر معنیٔ لفظِ الفت یہی ہے
اگر حاصلِ خونِ حسرت یہی ہے
اگر رسم و راہِ محبت یہی ہے
تو پھر اس محبت کی بستی کو ڈھا دو
تو پھر دل کی جنت کو ویراں بنا دو
تو پھر میرے خوابوں کی دنیا مٹا دو
قسم ہے بھلا دو، مجھے اب بھلا دو!

کہ افسوس اب صاحبِ دل نہیں ہوں
کہ میں اب محبت کے قابل نہیں ہوں
کہ میں لائقِ شانِ محفل نہیں ہوں
تمہیں میرے آنے سے تکلیف ہوگی
تمہیں دکھ سنانے سے تکلیف ہوگی
تمہیں اس فسانے سے تکلیف ہوگی
قسم ہے بھلا دو، مجھے اب بھلا دو!

مرے پاس کچھ اور ثروت نہیں ہے
تکلف نہیں ہے نفاست نہیں ہے
کوئی شے سوائے محبت نہیں ہے
تمہیں بزمِ رنگیں کی باتیں مبارک

یہ راحت کے دن اور راتیں مبارک
مسرت کی یہ کائناتیں مبارک

قسم ہے بھلا دو، مجھے اب بھلا دو!

وداع اپنی رنگیں اداؤں سے کہنا
سلام اپنی ساری جفاؤں سے کہنا
یہ پیغام پیاری فضاؤں سے کہنا

کہ دُنیا میں بھی کتنی رعنائیاں ہیں
زمیں پر ستاروں کی تابانیاں ہیں
مگر یہ تو رنگین چنگاریاں ہیں

قسم ہے بھلا دو، مجھے اب بھلا دو!

یہ مانا کہ سچّی کہانی ہے پیارے
سمجھتا ہوں یہ جاودانی ہے پیارے
محبت مری غیر فانی ہے پیارے

مگر اب مٹانے کی کوشش کروں گا
یہ لمحے بھلانے کی کوشش کروں گا
تمھیں بھول جانے کی کوشش کروں گا

قسم ہے بھلا دو، مجھے اب بھلا دو!

وہاں

ایک فلم سے متاثر ہو کر
سلام

افق میں سج رہی ہیں حسن کی شہزادیاں گویا
پہنتی ہیں کہیں جانے کو رنگیں ساریاں گویا
وہاں حدِ نظر پر بھی کوئی رنگین وادی ہے
جہاں حسن و محبت کے لئے شادی ہی شادی ہے
چلو ہم بھی محبت کی وہاں دنیا بسائیں گے!

"فضا میں ہر طرف جنت کے نظّارے برستے ہیں
وہاں کی وادیوں میں پھول اور تارے برستے ہیں"
سجی ہیں محفلیں ہر سو وہاں رنگیں نظاروں کی
فلک پر آمد آمد ہے زمیں کے ماہ پاروں کی
چلو ہم بھی محبت کی وہاں دنیا بسائیں گے!

ہواؤں سے وہاں کی منہ بندھی کلیاں سنورتی ہیں
وہاں آبِ رواں میں مست موجیں رقص کرتی ہیں
بدل لیتے ہیں غنچے روپ اپنے چاند تاروں میں
وہاں تقسیم ہوتا ہے تبسم لالہ زاروں میں
چلو ہم بھی محبت کی وہاں دنیا بسائیں گے!

شبابِ شعر کی پریاں وہاں وادی میں سوتی ہیں
وہاں ہر ہر قدم پر آرزوئیں مست ہوتی ہیں
تمنّائیں کچھ اور حسن کی جنت یہ ہوتی ہیں
نگاہوں کی نمازیں دامنِ فطرت یہ ہوتی ہیں
چلو ہم بھی محبت کی وہاں دنیا بسائیں گے!

نہ بھائے کیوں مناظر سے افق کی بزم آرائی
سلامِ شاعرِ رومان ہے نیچر کا شیدائی
پہاڑوں، وادیوں میں، ندیوں میں آبشاروں میں
خدا خود سیر کرتا ہو وہاں دلکش نظاروں میں
چلو ہم بھی محبت کی وہاں دنیا بسائیں گے!

بھولی پجارن

کوئی معصوم جو اک شاہزادی ہے لڑکپن کی
نہ جانے کس ادا سے کر رہی ہے سیر گلشن کی
وہی تنہا نہیں، ہیں ساتھ کچھ ہمجولیاں اسکی
بڑھاتی ہیں جو صحن باغ میں دلچسپیاں اسکی
یکایک رک کے پھر کہتی ہے وہ ناز و ادا سے
کہ میں اکتا گئی ہوں اب تو تفریح گلستاں سے
مری گڑیاں تو لے آؤ تماشا کچھ دکھاؤنگی
کہ گڈّے اور گڑیا کی ذرا شادی رچاؤنگی
غرض، وہ کھیلتی ہے، ساتھیوں کو بھی کھلاتی ہے
رسوم عیش و عشرت سیکھتی ہے اور سکھاتی ہے

انھیں دلچسپیوں میں گذرے دن اس کے لڑکپن کے
جوانی آئی، پھر کچھ اور ہی تھے انداز جیون کے
یہی دن، یہی سن جو ہے آفت کا قیامت کا
اسی موسم میں دریا جوش پر آتا ہے الفت کا
مگر وہ اب بھی طالب ہے انھیں ایام رفتہ کی
انھیں دلچسپیوں کے کھیل کی رنگ گذشتہ کی
کہاں کا کھیل کیسا کھیل قسمت رنگ لاتی ہے
کہ ماں اس پیاری دختر کی کہیں شادی رچاتی ہے

سویرا ہو رہا ہے اور دریا کا کنارا ہے
عجب پرلطف منظر ہے، عجب دلکش نظارا ہے!

کنارے آب جو اک سمت سیتاجی کا مندر ہے
نگاہیں لوٹی جاتی ہیں، وہ منظر ہے، وہ منظر ہے!

یہ عالم تھا کہ مندر سے صدا ناقوس کی آئی
پرستش کرنے والے جاگ اٹھے لے لیکر انگڑائی
پجاری نے اٹھایا یک بیک پردہ جو مورت کا
زمانہ ہو گیا نظارگی دیوی کی صورت کا

عقیدت کے ترانے اور رقص کیف پرور ہے
بہت رومانیت افزا سیتاجی کا مندر ہے
اسی جمگھٹ کے اندر بھولی بھالی اک پجارن ہے
جو اپنے گھر کی شہزادی ہے اس در کی بھکارن ہے
چڑھاوا لیکے سب آئیں گئیں دیوی کی خدمت میں
دعائیں مانگ کر واپس ہوئیں تھیں جو طبیعت میں
ذرا دیکھو پجارن کیا چڑھاوا لیکے آئی ہے
وہ سیتاجی کی خاطر خوب تحفہ لیکے آئی ہے

وہ کہتی ہے کہ ان گڑیوں کو دیوی اب چڑھاتی ہوں
محبت کی پرستش کو کسی کے پاس جاتی ہوں

تمھیں ہم یاد آئیں گے!

یکایک خود ہی جب گھبرا کے تم پردہ اٹھاؤ گے مجھے اس عالمِ فانی میں اک دن جب نہ پاؤ گے
کبھی جب عالمِ تخئیل میں تم ڈوب جاؤ گے کبھی جب اپنی تنہائی پہ خود آنسو بہاؤ گے

تمھیں ہم یاد آئیں گے، تمھیں ہم یاد آئیں گے!

نشاں پوچھو گے جب پامال بوسیدہ مزاروں سے پتہ پوچھو گے جب سیرِ فلک کے چاند تاروں سے
تصور میں جو گذرو گے کبھی دلکش نظاروں سے پہاڑوں، وادیوں، ندیوں سے آبشاروں سے

تمھیں ہم یاد آئیں گے، تمھیں ہم یاد آئیں گے!

کبھی جب دلنشیں کلیاں بہم شادی رچائیں گی چمن میں رقص کو جب تتلیاں سج دھج کے آئینگی
یہ کلیاں ہاں یہ دوشیزائیں جب شادی رچائیں گی ہوائیں جب کوئی بھولا ہوا نغمہ سنائیں گی

تمھیں ہم یاد آئیں گے، تمھیں ہم یاد آئیں گے!

بنانے کیلئے بیٹھو گے جب پھولوں کا اک گجرا یکایک خود ہی جب ہر بار دھاگا ٹوٹ جائیگا
نظر میں خار ہو جائیں گے جب گلہائے حسن افزا بنائے گا تصور جب یہ اشکوں کی اک مالا

تمھیں ہم یاد آئیں گے، تمھیں ہم یاد آئیں گے!

کبھی جب خواب میں تم جاگ اٹھو گے چونک جاؤ گے ‌ ‌ ‌ ‌ کوئی سایہ سا آتا دیکھ کر جب تھرتھراؤ گے
جب اپنا ہاتھ کیفِ بیخودی میں تم بڑھاؤ گے ‌ ‌ ‌ ‌ جب اسکو خوابِ رنگیں کے سوا کچھ بھی نہ پاؤ گے

تمھیں ہم یاد آئیں گے تمھیں ہم یاد آئیں گے!

سہانی چاندنی جب آسماں پر جھلملائے گی ‌ ‌ ‌ ‌ تمھیں جب صبح ہوتے ہوتے میری یاد آئے گی
نگاہِ جستجو جب سیرِ چرخ پہ رہ رہ کے جائے گی ‌ ‌ ‌ ‌ تمھاری آنکھ جب تاروں کو بھی مایوس پائے گی

تمھیں ہم یاد آئیں گے تمھیں ہم یاد آئیں گے!

تصور میں جو بیٹھو گے کسی مایوس حسرت کے ‌ ‌ ‌ ‌ بدل جائیں گے دیپک راگ میں نغمے مسرت کے
جو دیکھو گے کبھی خط میرے پیغامِ محبت کے ‌ ‌ ‌ ‌ پڑھو گے شعر جب اک شاعرِ رومانِ فطرت کے

تمھیں ہم یاد آئیں گے تمھیں ہم یاد آئیں گے!

اودھ کا چاند

پیامِ نغمۂ شعر و شباب لے آیا
سلام! ساقیِ فطرت شراب لے آیا
نشانِ منظرِ فردوس زار شامِ اودھ
سمن بدست و چمن در کنار شامِ اودھ
تاثراتِ مناظر برنگِ حسن و جمال
برائے شاعرِ رومان اک عروسِ خیال
تصوروں کو میسر پلاٹ ہو جائے
چلو نظارۂ "گپتار گھاٹ"[۱] ہو جائے

کنارِ آب، یہ پھولوں کے رنگ، یہ خوشبو
کھلا رہی ہے مناظر کو گود میں سرجو
کوئی نہانے کو "گپتار گھاٹ" آیا ہے
کوئی چڑھانے کو منت کے پھول لایا ہے
یہ ماہتاب، یہ شامِ اودھ، یہ نظارے
دلِ فسردہ کے پیارے نظر کے مہ پارے
اٹھیں مناظرِ فطرت میں تم نہ کھو بیٹھو
سلام! دیدے سے اسکی نہ ہاتھ دھو بیٹھو

کنارِ آب عروسِ شبابِ شامِ اودھ
زمیں پہ جلوہ کناں ماہتابِ شامِ اودھ

---

[۱] سرجو کا ایک گھاٹ جہاں رام چندر جی گپت ہوئے۔ سلام

میری نظم کا اثر

میرا مسکن موسیقی کی ایک سنہری دنیا ہے
میں سرتاپا سازِ طرب ہوں میری ہستی نغمہ ہے
گاتا ہوں جب نظم کوئی رومان بھری تخئیلوں کی
لیتا ہے حسن اک انگڑائی، عشق تڑپ سا جاتا ہے

ملاح کی بیوی

بیٹھی ہوں اکیلی کٹیا میں، اس دم وہ بہت یاد آتے ہیں
تاریک گھٹائیں ظاہر ہیں، پنہاں ہیں ستاروں کی شمعیں
اف کیسی بھیانک ہیں یارب! بے رحم سمندر کی موجیں

بادل بھی ڈراتے ہیں مجھکو طوفان بھی شور مچاتے ہیں
پانی کی بھینٹ نہ چڑھ جائے کمزور سی ناؤ کہیں یارب!
ایسا نہ کہیں ہو طوفانی گرداب میں گم ہو جائیں وہ
ایسا نہ کہیں ہو لہروں کی آغوش ہی میں سو جائیں وہ

کیا ایسی مصیبت آئے، کیا ایسا ہوگا؟ نہیں یارب!
اف ایسی بھیانک تاریکی، طوفان کا یہ اندھا منظر!
ممکن ہو کہ اس طوفان میں وہ بھی ہوش و حواس گنوا بیٹھیں
ممکن ہی بھنور کے رخ ہی پہ وہ اپنی ناؤ لگا بیٹھیں

ہاں، چھوڑ نہ دیں پتوار کہیں ہاتھوں سے وہ اپنے گھبرا کر
میں دکھیا ہوں، لاوارث ہوں، کر رحم ذرا مجھپر یارب
محفوظ و سلامت لوٹ آئیں اس رات وہ اپنے گھر یارب!

(تخت سنگھ یا سلام)

گیتوں کے دیوتا سے

تم ہی پریم کی بنسی سے اک اجڑا دیس بساتے ہو
تم ہی حسن کے دیوتا بن کر دل میں روپ دکھاتے ہو
پھر کیوں میرے پریم بھرے گیتوں سے تم گھبراتے ہو؟

تم ہی گونجا کرتے ہو دل کی خاموش آوازوں میں
تم ہی پہلے گیت سناتے ہو چھپ چھپ کر سازوں میں
پھر کیوں میرے پریم بھرے گیتوں سے تم گھبراتے ہو؟

"میرے دل میں اپنی ایسی اک تصویر تمھاری ہے
مجھکو تم سے پیار نہیں ہے، اپنی مورت پیاری ہے"
پھر کیوں میرے پریم بھرے گیتوں سے تم گھبراتے ہو؟

تبسم

مناظر قدرت کے پردے میں

وہ سورج کے دیوانے چٹکی بجائی
مناظر کی دیوی بصد ناز آئی
نظر پھر وہ نرگس نے تم سے ملائی
کلی بھی تمھیں دیکھکر مسکرائی ...... تو کیا یہ تمھارا تبسم نہیں ہے؟

وہ نغمہ سرا ہے سمندر کا پانی
افق کی ہے پیاری فضا دھانی دھانی
ادھر موجِ آبِ جو کی دلکش روانی
ادھر ہنس رہی ہے محبت کی رانی ...... تو کیا یہ تمھارا تبسم نہیں ہے؟

گھٹا کیف آگیں، فضا کیف پرور
اٹھاؤ، اٹھاؤ ذرا جام ساغر

ہر اک بار اُن چوٹ لگتی ہے دلبر
وہ ہنستی ہے بجلی گھٹاؤں میں چھپ کر .... تو کیا یہ تمھارا تبسّم نہیں ہے؟

ہے آکاش کا کتنا پیارا نظارا
کلی نے ستارے کا ہے روپ دھارا
مقدر کا دشمن، رعونت کا مارا
تمھیں دیکھکر مسکراتا ہے تارا .... تو کیا یہ تمھارا تبسّم نہیں ہے؟

رہے شوق آئی ہے شامِ محبت
بعنوانِ دیگر پیامِ محبت
یہ رومانِ ماہِ تمامِ محبت
خطوطِ تبسّم بنامِ محبت! .... تو کیا یہ تمھارا تبسّم نہیں ہے؟

کملا کا خط

میرے من کے دیوتا! بندگی قبول ہو
اپنے پیارے گاؤں کی دلکشی قبول ہو!

پھر بسنت آگئی، پھر بہار آگئی
ڈالیوں پہ آم کے پھر نکھار آگئی

جیسے ہنس رہے ہو تم میرے دل کی ہوک میں
جیسے بولتے ہو تم کوئلوں کی کوک میں

"سوچ سوچ کر تجھے گیت گاتے ہونگے وہ"
رادھا کہہ رہی تھی کل "آتو آتے ہونگے وہ!"

آئیے، پران ناتھ! جی بہت اداس ہے
خوش تو ہوں بہت مگر دل تمہارے پاس ہے

ہاں، یہ بھول ہی گئی کل پتا ہی آیا تھا
ہنس کے کہہ رہا تھا کچھ رعب بھی دکھاتا تھا

میں نے کہہ دیا کہ "آج تو معاف کیجیے
آ رہے ہیں بمبئی سے اُن کو آنے دیجیے"

اور آگے کیا لکھوں بات ہی کوئی نہیں
دن ہیں آشا کے بہت رات ہی کوئی نہیں

برا ہی کیا ہے!

سمجھ رہا ہوں کہ اب تم یہاں نہ آؤ گی

برا ہی کیا ہے اگر شمع پھر بھی جلتی ہو
تمھاری یاد میں کھوئی ہوئی راہ تکتی ہو

یہ جانتا ہوں، مرا پھول نوچ ڈالا ہے

برا ہی کیا ہے جو آثارِ شوق ملتے ہوں
مرے چمن میں محبت کے پھول کھلتے ہوں

مجھے خبر ہے کہ تم لاپتہ ہو۔ کھوئی ہو

برا ہی کیا ہے، جو دروازے بند ہی کر دوں
امیدِ شوق کو میں فکرمند ہی کر دوں

مجھے یقیں ہے مرا ساز کچھ فسردہ ہے

برا ہی کیا ہے اگر پھر بھی چھیڑتا ہی ہوں
لگا لگا کے نیا تار ادھیڑتا ہی ہوں

شاعرِ جواں مرگ

فضا میں ساز کی آواز آئی

خدا تخلیقِ نغمہ کر رہا تھا
ہزاروں طرح کی لَے بھر رہا تھا

فضا میں ساز کی آواز آئی

وہ نغمہ اب مجسّم ہو رہا تھا
شبیہِ ابنِ آدم ہو رہا تھا

فضا میں ساز کی آواز آئی

مگر موقوف نغمہ ہو چکا تھا
جمالِ جانِ نغمہ کھو چکا تھا

عہ میرے ہم وطن، ہم عمر اور عزیز ترین دوست جو ۸ اپریل سنہ ۳۴ء کو دنیا سے رخصت ہو گئے۔
سلام

کشتی کا سفر

زمین و آسماں کے یہ نظارے — یہاں کلیاں، وہاں دلکش ستارے
سنہرا وقت ہے اے میرے پیارے! — چلو ہو آئیں سرجو کے کنارے!
ہماری خیر مقدم کو وہ دیکھو
دلہن نیچر کی سج کر آ رہی ہے

کدھر جاؤں اگر جاؤں تو کیونکر — ادھر سرجو، ادھر گپتار مندر
مجھے کیا شوقِ دیوتا و پیمبر — کہ ہوں میں شاعرِ رومان و نیچر
چلو کشتی میں کوئی گیت گائیں!
کہ موسیقی فضا پر چھا رہی ہے،
عجب انداز سے جاتی ہے کشتی — تمہاری طرح اٹھلاتی ہے کشتی
اگر موجوں سے ٹکراتی ہے کشتی — تو شرما کر پلٹ آتی ہے کشتی
قدمبوسی تمہاری اللہ اللہ
کہ اب کشتی بھی یوں اٹھلا رہی ہے!

شعاعِ ماہِ تاباں ضوفشاں ہے
ردائے نقرئی کا بادباں ہے
یہ سطحِ آب نیلا آسماں ہے
اور اسمیں چاندکی دیوی رواں ہے

کسی دنیائے کیف و رنگ و بو کو
مری کشتی بھی شاید جا رہی ہے!

تمھیں ہو حسنِ فطرت کے سہارے
ذرا دیکھو تو یہ دلکش نظارے
یہاں پانی میں درشن کو تمھارے
فلک کو چھوڑ کر آئے ہیں تارے

کنارِ ماہ، انجم ہنس رہے ہیں
کہ سر چرخ موتیاں برسا رہی ہے

ہوا میں ڈال کر کشتی کا جھولا
جھلاتے ہیں ہمیں امواجِ دریا
فضا دلکش، گھٹائیں کیف افزا
ذرا گاؤ کوئی ساون کا نغمہ!

فضا کی کیف پرور خامشی میں
پری جنگل کی کوئی گا رہی ہے!

فضاؤں میں حبابوں کے جزیرے
ستاروں، ماہتابوں کے جزیرے
ہواؤں میں ربابوں کے جزیرے
غرض پانی میں خوابوں کے جزیرے

مناظر کی حسین آبادیوں سے
مری کشتی گذرتی جا رہی ہے!

جہاں مغموم ہو ناشادیوں میں | محبت والے بھی بربادیوں میں
دھرا کیا ہے یہاں آبادیوں میں | چلو چل دیں افق کی وادیوں میں

ہواؤں سے جہاں کو میری کشتی
سلام آخری کہلا رہی ہے!

دل

تمہاری نرم و نازک چٹکیوں نے چمن سے لے لیا تھا ایک غنچہ
جسے نازک لبوں سے چھو کے تم نے یونہی معصومیت سے نوچ ڈالا
نہ سمجھا، اُف ـــ مری خوابوں کے مالک!
ارے یہ تو مرا معصوم "دل" تھا

(۲)

کسی نے دستِ رنگیں کو تمہارے دیا تھا ساغرِ صہبائے الفت
جسے اپنے لبِ مَے آزیں سے لگایا تم نے با شرم و نزاکت
پھر اُس سے آہ! پی کر چند جرعے کچل ڈالا از راہِ کبر و نخوت
نہ سمجھا ـــ اے خدائے خوابِ رنگیں!
یہی تو تھا "دلِ مایوسِ حسرت"!

جرعات

"ارے ساقی! مرا پیمانہ لانا

غلط ہے یہ کہ میں توبہ کروں گا
غلط ہے، یہ گناہوں سے ڈروں گا
گنہ اور پھر گنہ کا غم ہو، توبہ!
وہی کمزوریِ آدم ہو، توبہ!

اٹھانا، ہاں، مرا ساغر اٹھانا"

"یہی تو ہے نمازِ کیف و مستی

پریشانِ اُلوہیت ہوں ساقی!
میں اک پروردۂ فطرت ہوں ساقی!
شراب آگیں بلندہ یست ساقی!
فضا مسرور، فطرت مست ساقی!

خوشی کا نام ہے صہبا پرستی۔"

"الم آباد میں مستی کی باتیں

بہت کیف آفریں ہوتی ہیں ساقی!
نہایت دلنشیں ہوتی ہیں ساقی!
مرا مذہب، اجل پر مسکرانا،
تو پھر کیوں بند ہو مینا پلانا،

اٹھا ساغر، ڈبو دوں کائناتیں!"

دو پھول

نہیں، وہ شام نہیں تھی سکوت ترما کی
گلوں میں جب تمھیں محوِ خرام دیکھا تھا
چمن میں جلوۂ فردوسِ عام دیکھا تھا

نہیں وہ شام فسردہ نہیں تھی دنیا کی ——
وہ لمحے آج ہماری ہنسی اُڑاتے ہیں
کہ دو گھڑی ہی میں مسرور ہو گئے تھے تم
حسین وقت یہ مغرور ہو گئے تھے تم

تصوروں میں وہ لمحے ہمیں چڑھاتے ہیں ——
طلوعِ صبح کے آثار پائے جاتے تھے
کہ تم نے چونک کے پوچھا کہ کیا بجا ہو گا؟
ارے سویرا ہوا گھر یہ حشر کیا ہو گا؟

حیا و خوف کے گفتار پائے جاتے تھے ——

مگر ہمیں نے تمھیں پھر بھی روک رکھا تھا
خدا بھی عشق کی مجبوریوں پہ ہنستا تھا

گلوں کی گود سے اکتا کے اٹھ گئے آخر

سکوت میں دمِ رخصت یہ کائناتیں تھیں
خموش ہم تھے مگر آنسوؤں میں باتیں تھیں

تم آنسوؤں سے بھی گھبرا کے اٹھ گئے آخر ——
"بتاؤ کیا ہے محبت" یہ میں نے پوچھا تھا

تو تم نے ہاتھ کے پھولوں کی سمت دیکھا تھا
پھر اُن کو باتوں ہی باتوں میں توڑ ڈالا تھا

مگر انھیں سے کنارِ اُفق اجالا تھا"۔

عروسِ موسمِ گل کے حسین جوڑے تھے
تمھاری نذر کو دو "پھول" ہم نے توڑے تھے!

حسین تعارف

پلاٹ، بکھرے ہوئے ہیں مرے فسانوں کے

وہاں، مسوری سے کچھ دور کوہساروں میں
وہاں، دیہات کے معصوم ماہ پاروں میں
وہاں، خموش مگر دلنشیں نظاروں میں

حسین نظم کے عنوان پائے جاتے ہیں

عروسِ صبح کی انگڑائیوں میں رقصِ شباب
شعاعِ مہر کی رعنائیوں میں رنگِ شراب
سنہرے چاند کی پرچھائیوں میں حسن کا خواب

ستم ہے ایسی بہاریں کبھی نہیں دیکھیں

وہاں کا منظرِ جنت بدوش کیا کہنا،
وہاں کا نغمۂ فردوسِ گوش کیا کہنا،
وہاں فرشتوں کا رقصِ خموش کیا کہنا،

کوئی کسانوں کا چھوٹا سا گاؤں بتا ہی

۷۷

وہیں پہ رقص کناں جوئبار کی جانب
وہیں پہ نغمہ بلب آبشار کی جانب
وہیں پہ وادیٔ فردوس زار کی جانب

وہاں پہاڑی پہ میں نے کسی کو دیکھا تھا

حسین ماتھے پہ افشاں سی جھلملائے ہوئے
حنائے شوخ کفِ ناز میں لگائے ہوئے
سفید ساری پہ قوسِ قزح بنائے ہوئے

بساطِ راہ پہ اس طرح چل رہی تھی وہ

کہ جیسے سیر میں مصروف ماہِ تاباں ہو
جلو میں زہرۂ زرّیں قدم بھی رقصاں ہو
فضاؤں میں متحرک ربابِ پنہاں ہو

بڑی ادا سے وہ جانِ ادا خراماں تھی
کبھی کلائی کو آنچل سے اپنے موڑ لیا،
کبھی تو تالی بجانے کو ہاتھ جوڑ لیا
کبھی تو راہ کا رنگین پھول توڑ لیا

یہ کچھ اس طرح تھی خراماں حسینۂ معصوم

کہ جیسے حسن کی ہر رسم و راہ سے محروم

کہ جیسے جلوہ کسی جلوہ گاہ سے محروم

کہ جیسے ایک جوانی گناہ سے محروم

غرض کہ میں نے یہ پوچھا تمہارا نام ہے کیا؟

تمھیں کو لوگ بہشتِ خیال کہتے ہیں؟

تمھیں کو زہرہ و پروینِ جمال کہتے ہیں؟

تمھیں سے لوگ محبت کا حال کہتے ہیں؟

دیا یہ مجھکو ذرا مسکرا کے اس نے جواب:۔

نہ جانے پوچھا ہے کیا کیا، رکو، بتاتی ہوں

یہاں پہاڑی پہ میں گھومنے کو آتی ہوں

میں اپنے گاؤں میں چمپا پکاری جاتی ہوں

وہی جو گاؤں میں اک شاہکارِ فطرت تھی

سلام! اصل میں ناواقفِ محبت تھی؟

مجھکو آپ سے شکوہ ہے!

پہلے جب دل رکھ ہی لیا تھا ، آپ نے پھر دل کیوں توڑا؟
پہلے جب کچھ آس دلائی ، آپ نے پھر منھ کیوں موڑا؟
مجھکو آپ سے شکوہ ہے
مجھکو آپ سے شکوہ ہے!!

میں نے آپ کو خط بھیجا تھا
آپ نے بھی زحمت کی تھی
میں نے بھی اپنا سمجھا تھا
آپ نے بھی الفت کی تھی
آپ کا رنگیں خط آیا تھا
میں نے بھی جرأت کی تھی
آپ نے میرا دل رکھا تھا
میں نے بھی حسرت کی تھی

اب جب میرا دل مضطر ہے ، یہ مدہوشی کیا معنی.
اب میرے ہر خط کے بدلے ، یہ خاموشی کیا معنی؟
مجھکو آپ سے شکوہ ہے
مجھکو آپ سے شکوہ ہے!!

جون کی رُمانی راتوں میں
رنگیں نظمیں کہتا تھا ،

یعنی اپنی ہی باتوں میں
کچھ کھویا سا رہتا تھا

ہاں یاد آیا آپکو میں نے اپنا نغمہ بھیجا تھا
آپ نے کچھ دن بعد اسی کو میٹھی دُھن میں گایا تھا
"جب بھی دیکھو کھوئے کھوئے پژمردہ سے رہتے ہو"
آپنے پوچھا تھا، پھر کیسے ایسی نظمیں کہتے ہو؟
کچھ دن پہلے آپ مرے نغمات سے کھیلا کرتے تھے
بھولے سے اک شاعر کے جذبات سے کھیلا کرتے تھے
اب جب میں نے دکھ میں رنگیں نظمیں کہنا چھوڑ دیا ،

بیکس کا دل رکھنا کیسا، آپ نے بھی دل توڑ دیا!
مجھکو آپ سے شکوہ ہے
مجھکو آپ سے شکوہ ہے!!

میں بھی اک دولت والا ہوں
آپ نے شاید سمجھا تھا،
میں بھی نازوں کا پالا ہوں
آپ کو شاید دھوکا تھا،

"اچھی صحبت ہے شاعر ہوں اور افسانے لکھتا ہوں
بیس برس کا ایک جواں ہوں۔ شوخ طبیعت رکھتا ہوں"
آپ نے یہ سب سمجھا مجھ کو اور مجھے مانوس کیا
اب جب میری حالت دیکھی، دل توڑا، مایوس کیا
مجھکو آپ سے شکوہ ہے
مجھکو آپ سے شکوہ ہے!!

دولت، ثروت، عزت سے تو الفت کو کچھ کام نہیں
الفت کی افسردہ راتیں، شادی کے ایام نہیں

آپ کو دولت سے الفت ہے
میں اس سے آگاہ نہیں
آپ کو غربت سے نفرت ہے
خیر، مجھے پرواہ نہیں
آپ یونہی سرگرمِ خوشی ہوں اور طبیعت شاد رہے!
اچھا اب خاموش ہوں۔ چپ ہوں لیکن اتنا یاد رہے
مجھکو آپ سے شکوہ ہے
مجھکو آپ سے شکوہ ہے!!

آپ بیتی

ہاں بہرِ کرم ناراض نہ ہو، بے وقت کا ساز بجاتا ہوں
کر مجھکو معاف اے بزمِ خوشی! میں دیپک راگ میں گاتا ہوں

یوں سب ہی کہانی کہتے ہیں، یوں سب ہی گیت سناتے ہیں
میں اپنی کہانی کہتا ہوں۔ میں اپنے گیت سناتا ہوں؛

تصویر سے

"تصویر" کا یہ تحفہ پا کر قسمت پہ بہت اتراتا ہوں
اک طرفہ خوشی سے پھول کے میں کہہ ہنستا ہوں گہہ گاتا ہوں
کچھ سوچ کے دلکش صورت کو اشعار رلب ہو جاتا ہوں
تصویر سے باتیں کرتا ہوں۔ تصویر میں تم کو پاتا ہوں!

یہ کس کی شبیہِ دلکش ہے، ہاں یہ تو تمہاری صورت ہے؟!
یہ رنگ چڑھایا ہے کس نے، اف یہ تو خونِ محبت ہے؟!
یہ پھول بنایا ہے کس نے، شاید یہ کسی کی حسرت ہے؟!
تصویر سے باتیں کرتا ہوں تصویر میں تم کو پاتا ہوں!

پاکیزہ نگاہیں کیا کہنا معصوم تبسّم کیا کہنا!
اِن پیارے پیارے ہونٹوں پر خاموش ترنّم کیا کہنا!
الفاظِ خموشی میں بھی نیا اندازِ تکلّم کیا کہنا!
تصویر سے باتیں کرتا ہوں تصویر میں تم کو پاتا ہوں!

تم شمع سے بڑھکر روشن ہو، جلتے ہوئے پروانوں کی قسم
صہبا سے زیادہ رنگیں ہو، چلتے ہوئے پیمانوں کی قسم
پھولوں سے زیادہ دلکش ہو، فطرت کے گلستانوں کی قسم
تصویر سے باتیں کرتا ہوں تصویر میں تم کو پاتا ہوں !

لو، آؤ، کہ اس تصویر سے کچھ اظہارِ حقیقت کرتا ہوں
یعنی کہ لبِ خاموش کو اب بے سوائے شکایت کرتا ہوں
کچھ سہمے سہمے لفظوں میں تشریح محبت کرتا ہوں
تصویر سے باتیں کرتا ہوں تصویر میں تم کو پاتا ہوں !

ہم دونوں محبت کی بستی، بچپن میں بسایا کرتے تھے
مٹی کے گھروندے دریا کے گھاٹوں میں بنایا کرتے تھے
ہم تم سے لڑکپن میں اکثر شادی بھی رچایا کرتے تھے
تصویر سے باتیں کرتا ہوں تصویر میں تم کو پاتا ہوں !

کس پریم سے جھولا کرتے تھے جھولا گا گا کر ساون میں
ہم ناؤ چلایا کرتے تھے، کاغذ کی اپنے آنگن میں
کس شوق سے دوڑا کرتے تھے تتلی کے پیچھے گلشن میں

تصویر سے باتیں کرتا ہوں، تصویر میں تم کو پاتا ہوں!

معصوم محبت سے ہم کو کچھ اُنس سا ہوتا جاتا تھا
دل میٹھے میٹھے خوابوں میں راتوں کو کھوتا جاتا تھا
یا یوں سمجھو کہ بیج کوئی الفت کا بوتا جاتا تھا
تصویر سے باتیں کرتا ہوں، تصویر میں تم کو پاتا ہوں!

کیا چیز ہے یہ ظالم الفت، افسوس مجھے معلوم نہ تھا
ہوتی ہے کبھی دل میں حسرت، افسوس مجھے معلوم نہ تھا
کہتی ہے کسے دنیا فرقت، افسوس مجھے معلوم نہ تھا
تصویر سے باتیں کرتا ہوں تصویر میں تم کو پاتا ہوں!

اچھا ہے میں تم سے مل نہ سکوں، اچھا ہے کہ مجھ سے دور رہو!
میں ملنے سے مجبور رہوں، تم ملنے سے مجبور رہو!
تم دور رہو یا پاس رہو، آباد رہو، مسرور رہو!
تصویر سے باتیں کرتا ہوں، تصویر میں تم کو پاتا ہوں!

سلامِ شوق اے زرّیں[۱] زمانہ!

یہ صبح و شام، ہاں یہ عہدِ رنگیں — تجھے اے زندگی کے دورِ زرّیں!
قبول اُفتد سلامِ شوق آگیں! — سلام اب تجھ سے رخصت ہو رہا ہے

مبارک، اے سنہری زندگانی! — تری رعنائیاں ہیں غیر فانی
یہاں تو چھڑ گئی دکھ کی کہانی — سلام، اب تجھ سے رخصت ہو رہا ہے

خزاں کے دن بھی یہ دلکش نظارے — کہ دریائے سرشکِ غم میں تارے
غریبی میں تصور کو سنوارے — سلام، اب تجھ سے رخصت ہو رہا ہے

یونہی سروِ چمن ہلتے رہیں گے — یونہی غنچے گلے ملتے رہیں گے
کھلے ہیں اور یونہی کھلتے رہیں گے — سلام، اب تجھ سے رخصت ہو رہا ہے

[۱] اپنی طالب علمی کی سنہری زندگی کے نام:۔ سلام

کبھی بھولے سے میرا بھی فسانہ سنانا، یاد کرنا، بھول جانا
"سلام شوق اے زریں زمانہ! سلام، اب تجھ سے رخصت ہو رہا ہے!"

صبح

(بچوں کے لئے)

حدِ نظر پہ دیکھو آؤ ذرا یہاں سے
ہاں، وہ جہاں زمیں بھی ملتی ہے آسماں سے

رنگِ شفق میں کیسی خوش رنگ دھاریاں ہیں
گویا کسی حسیں کی رنگین ساریاں ہیں

خورشید کی شعاعیں سیندر لگا رہی ہیں
دریا کی ساری لہریں ہولی منا رہی ہیں

کوئی حسین دیوی آکاش دھو رہی ہے
لو اے سلام! دیکھو وہ صبح ہو رہی ہے

صبح اور ایک جھیل

(بچّوں کے لئے)

سویرا اور پھر اک جھیل کے نزدیک کیا کہنا!
بڑی مشکل سے وصفِ منظرِ قدرت بیاں ہوگا

فضائے آب پر بادل کا سایہ جب مچلتا ہے
تو سرخ اور زرد جوڑا جھیل کا پانی بدلتا ہے

بصد انداز بادِ مغربی تھم تھم کے آتی ہے
ادا سے جھیل کو چھوتی ہے پتّوں کو ہلاتی ہے

ہوا کی گود میں جب جھیل ٹھنڈی سانس بھرتی ہے
خوشی کا اپنی ہلکی موج میں اظہار کرتی ہے

کہ جیسے بوسۂ عاشق پہ کم سن نازنیں کوئی
تبسّم سے دکھائے اک ادائے شرمگیں اپنی

پہاڑوں کے بھی عکس اک خوشنما منظر دکھاتے ہیں
نہ با ترتیب پڑتے ہیں نہ بالکل ٹوٹ جاتے ہیں

فضائے آب پر پڑتا ہے نامعلوم سا سایہ
یقیں جسطرح مستقبل کی خوشیوں کا نہیں آتا

کنول بھی صبحدم کھل کر عجب عالم دکھاتا ہے
کہ جیسے پھول کی صورت میں چاندی کا کٹورا ہے

طیورِ صبح بھی لطفِ نظارا آ کے لیتے ہیں
دلہن سی جھیل کو پیہم مبارکباد دیتے ہیں

ادھر بھی جھیل کی جانب سیرِ دل فزا جو آیا
خوشی آئی، محبت آئی، عید آئی، شباب آیا

(والٹر اسکاٹ)

نئے رجحان کو بزمِ قدامت سے گذرنا ہے
مذاقِ غالبؔ و مومنؔ کا بھی کچھ پاس کرنا ہے

سلامؔ

تمہید نغمہ

اپنی دنیائے تخیل میں بہت مسرور ہوں
اسقدر خوش ہوں کہ گویا میں بھی کچھ مغرور ہوں

ہائے پہچانا نہ گھر والوں ہی نے مجھکو سلام!
میں یہ سمجھا تھا زمانے میں بہت مشہور ہوں

پریشاں حال ہوں لیکن تصور سے سنورتا ہوں
وہ نقشہ ہوں کہ میں برباد ہو کر اور ابھرتا ہوں

مری مجبوریوں پر بھی جو میری قدر کرتا ہو
معنون اس سے میں تخیل کے کچھ پھول کرتا ہوں

ساقی محبت! ہیں گاہے بگاہے
از تحفۂ جامے، رنگیں گنا ہے

اے شاعر فطرت! ایک نغمۂ دلکش
خیام بہ مستی، خسرو بہ نگاہے

بکھرے ہوئے پھول

اصل سفینۂ حیات کچھ بھی نہیں حباب ہے
یہ ہی نگاہ کی خطا بحرِ جہاں سراب ہے

جاگ رہا ہوں نیند میں آنکھ کھلے گی بعد مرگ
ہستیٔ بے ثبات بھی ایک عجیب خواب ہے

ہاتھ میں ہے شبیہِ یار، ہاتھ لگاؤں کیا مجال
بیچ میں پڑ کے آئنہ اپنے لئے حجاب ہے

بہر صورت اسے منظور تھا مشہور ہو جانا
کلیم طور بن جانا ضیائے طور ہو جانا

وہ آکر محتسب کا توڑنا شیشوں کا پتھر سے
وہ ہر سنگش کے نازک دل کا چکنا چور ہو جانا

ازل سے کشتیٔ امید ہے بیگانۂ ساحل
کہاں نزدیک آنا اور کیا دور ہو جانا!

اس چمن میں آہ اب شادیٔ غم مدغم نہیں
خندہ ہائے گل پہ کس دن گریۂ شبنم نہیں

کیا ہوئی چشمِ عنایت کیا ہوا وہ ربط و ضبط
کیا کہیں، کیا سمجھیں، اب وہ تم نہیں یا ہم نہیں!

شمع گریاں پھول پژمردہ ہیں منظر ہے اداس
قبر تک آؤ تو دیکھو کس کو میرا غم نہیں

دوستوں نے چھوڑ دی صاحب سلامت ہے سلام
بیکسی میں آہ اب کوئی بھی شریکِ غم نہیں

آئے ہیں دونوں ہاتھوں سے وہ دل تھامے ہوئے
دیکھئے یہ میرے جذبِ شوق کی تاثیر ہے
موت جب آئی تو یہ عقدہ کھلا مجھ پر سلام
زندگی تھی خواب یہ اس خواب کی تعبیر ہے

میری وفائیں یاد کرو بے وفا نہ ہو
تم مجھکو جان بوجھ کے نا آشنا نہ ہو
تنہا مکان، رات اندھیری، شبِ فراق
جب یہ بلائیں ہوں تو ہجومِ بلا نہ ہو!
مشقِ خرامِ ناز پہ وہ مستعد ہیں آج
محشر سے بیشتر کہیں محشر بپا نہ ہو
سنتا ہوں میں جو ذکرِ قیامت کبھی کبھی
کہتا ہوں وہ بھی آپکی کوئی ادا نہ ہو

عالمِ شوق میں اس جذبِ محبت کے نثار
منزلِ یار ہے گو دور، مگر دور نہیں
وہ سنورتے ہیں وہاں اور یہاں عالمِ نزع
اصل تو یہ ہے عیادت انھیں منظور نہیں

جو ڈوبی کشتیِ جاں بچ گئے طوفانِ عالم سے
ہے اسکے غرق پہ موقوف بیڑا پار ہو جانا
یہ ہی قسمت کا لکھا اے سلام اسکی تمنا ہے کیا
کہ اس سن میں ترا مصروفِ صد افکار ہو جانا

آج کیا سمجھے کہ بولے ناز سے
اب ہوئے واقف تمہارے راز سے

چوم لینے دو مجھے اپنے قدم
میل ہو جائے نیاز و ناز سے
عید کے دن دیکھئے مجھسے سلام
وہ گلے ملتے ہیں کس انداز سے

ہو رہا ہوں حسن کے ہاتھوں تباہ
اے محبت المدد، اے دل پناہ!
اللہ اللہ وسعتِ ذوقِ نگاہ!
ایک عالم بر گمانِ جلوہ گاہ
مرحبا! یہ میرا رنگِ بندگی!
اللہ اللہ یہ مرے رنگیں گناہ!
کھیلتا ہے حسن سے ان کا شباب
جس طرح جلووں سے ماہِ نیم ماہ
تم کو آغازِ محبت کی قسم
پھر مری جانب وہی پہلی نگاہ!
ہاں سلام شاعرِ خیامِ وقت!
پھر کوئی نغمہ بہ سازِ بے پناہ!

مجھکو شوقِ بیانِ حالِ فراق
ان کو نفرت فسانۂ دل سے
عشق میں میری سعیِ لاحاصل
کہیں بہتر ہے سعیِ حاصل سے
ہمت، اے شوق! اور چار قدم
ہو رہا ہوں قریب منزل سے
المدد، اے تصورِ دلکش!
دور ہوں میں کسی کی محفل سے

کرم فرمائیاں اللہ رے تخئیلِ پریشاں کی
گلستاں میں بھی صورت دیکھتا ہوں میں بیاباں کی

اِدھر گلشن میں کوئی محوِ تکمیلِ نشیمن ہے
اُدھر ہی آمد آمد آسماں سے برق و باراں کی

لہو سے اپنے دیوانوں نے گل بوٹے بنائے ہیں
بہاریں قابلِ نظارہ ہیں دیوارِ زنداں کی

اڑا لایا تھا رنگ اک دن تصور انکی محفل سے
سجاوٹ کر رہا ہوں اب اسی سے قلبِ ویراں کی

بس اب رہنے بھی دے یہ اس لطفِ لامحدود کو یارب
یہ وسعت تا کجا آخر مرے دامانِ ارماں کی

تصور آفریں تجھ پر، تخیّل مرحبا تجھ پر!
کہ جب چاہا نظر آنے لگی تصویر جاناں کی

اک طرف آنکھ، اک سمت فلک کو دیکھا
دو ہی کروٹ میں ہوا آپ کا بسمل خاموش

باعثِ لطف تھیں کچھ بیم و رجا کی موجیں
ہو گئیں وہ بھی مگر اب لبِ ساحل خاموش

خالقِ بزمِ محبت! تری قدرت کے نثار
ایک دل نغمہ بلب ہے، مگر اک دل خاموش

رہا آماجگاہِ جورِ گردوں آشیاں برسوں
انھیں دو چار تنکوں پر گری ہیں بجلیاں برسوں

کیا اے حیرتِ نظارہ! آخر تو نے شرمندہ
شکایت اب کریں گے جلوہ ہائے رائیگاں برسوں

یہ آنسو، ہائے مرے ان آنسوؤں ہی کے تصدّق میں
رہیں گے دلنشیں نالے فلک پر ضو فشاں برسوں

سلام شاعرِ رومان کے نغماتِ رنگیں سے
شباب و شعر کی دنیا رہے گی نغمہ خواں برسوں

عشق کی ہوائیں بھی کیا بہار پہ رہیں
اپنا جوشِ وحشت ہے حسنِ گلستاں بردوش
کس ادا سے چلتے ہیں آسمانِ الفت پہ
نورِ ماہ نور بہ رخ حسن کہکشاں بردوش
مست مست تکتی تھی، روحِ شاعرِ شیراز
بزم میں سلام آیا جب جنسِ گراں بردوش

میں نے سو بار تری مست نگاہوں کی قسم
رنگ دیکھا ہے چھلکتے ہوئے پیمانے کا
چاند کے ماتھے پہ جس طرح پسینہ آ جائے
اللہ اللہ یہ عالم ترے شرمانے کا
جلوہ افروز ہے مہر و مہ و انجم بنکر
ذرہ ذرہ مرے ٹوٹے ہوئے پیمانے کا
حسن! ہشیار، کہ طوفان فغاں کا میرے
اب تہیہ ہے دو عالم سے گذر جانے کا
اللہ اللہ وہ تسلیمِ محبت کی ادا،
ہائے انداز مرے سر کی قسم کھانے کا
بجھ کے سرِ شمع جو دیپک سا سنا کرتا ہوں
ایک نغمہ ہے وہ جلتے ہوئے پروانے کا
یہ فضا اور یہ موسیقیِ رومان سلام!
وقت ہے عالمِ تخئیل پہ چھا جانے کا

کیا جذبِ محبت اب تاثیر دکھائے ہے
اے حسن! یہ کیوں پردہ اٹھتا چلا جائے ہے
دل پریم کے ساگر میں کس طرح سے جائے ہے
جیسے کوئی کاغذ کی اک ناؤ چلائے ہے
یہ موسمِ گل ہے، ایسے نظارۂ کیف آگیں!
اف میرے نشیمن کو یہ کون جلائے ہے؟!

پھر برقِ تبسم سے تم آگ لگا دینا
دل حسرتِ جلوہ کا اک طور بنائے ہے
یہ یادِ تبسم کی تاثیرِ سکوں افزا
جیسے کوئی اک ٹھنڈی بجلی سی گرائے ہے

یہ ربطِ حسن و الفت کس درجہ دلستاں تھا
وہ مجھ سے بدگماں تھے میں ان سے بدگماں تھا
گو کہہ سکا نہ اُن سے پاسِ ادب سے کچھ بھی
آنسو کا ایک قطرہ شرحِ غمِ نہاں تھا
کیا جانے بیخودی میں سجدے کئے ہیں کس کو
اتنا تو جانتا ہوں تیرا ہی آستاں تھا
وہ شرمگیں نظر، وہ الفاظِ نیم گفتہ
جیسے انھیں بھی میری الفت کا کچھ گماں تھا
تنہائیوں پہ میری ہنستے ہیں کیوں ستارے
میں بھی کبھی شریکِ احبابِ کارواں تھا
وہ لذتِ نظارہ، مدہوشیاں وہ میری
سو بھی گئے وہ لیکن میں محوِ داستاں تھا
ٹھانی تھی گو شکستِ صد برقِ طور میں نے
لیکن نظر جو اٹھی اک حسن درمیاں تھا
اتنا تو جانتا ہوں چمکی تھی برقِ جلوہ
کچھ اور بھی سمجھتا میں ہوش میں کہاں تھا
عنوانِ زندگی تھا سب کچھ سلام ورنہ
آغازِ داستاں بھی انجامِ داستاں تھا

جو پردے سے باہر چلے آئیے گا
نگاہوں کے جھرمٹ میں کھو جائیے گا
خود اپنے ہی جلوؤں کو پچھتائیے گا
جو پتھر کو شیشے سے ٹکرائیے گا

چلے تو ہیں برقِ تبسم چھپا کر
سرِ طورِ سینا نہ چمکائیے گا

ذرا پھر تو ہاتھوں میں قرآن لیکر
محبت کی جھوٹی قسم کھائیے گا

لیے جلوہ آرائی حسنِ تاباں
فلک سے ستاروں کو بلوائیے گا

شباب آتے ہی منظرِ حسن بن کر
فضائے محبت پہ چھا جائیے گا

نہ کھیلیں محبت کی چنگاریوں سے
ذرا بھی جو چھو کے تو جل جائیے گا

سنور لیں تصور کے پھولوں سے ورنہ
سلام ایسا شاعر کہاں پائیے گا

مجھے حیرت ہے یہ آئینہ کیونکر تاب لاتا ہے
کہ جلوہ دیکھ لیتا ہے تمہارے روئے تاباں کا

بہت سی شمعیں روشن ہوئیں تو کیں آکر عزیزوں نے
چراغِ داغِ دل سے نور تھا گورِ غریباں کا

مٹا دوں گا جہاں کو آسماں کو خاک کر دوں گا
ذرا شعلہ تو اٹھنے دو ہماری آہِ سوزاں کا

یہ کہکر غنچہ و گل کر رہے ہیں جستجو میری
کہ پھر تو کھینچنا تصویرِ حسنِ رنگ و بو میری

فلک پہ چاند تارے سجدہ گہ سجدے کو جھکتے ہیں
وہیں جا جا کے رکتی ہے نگاہِ جستجو میری

شروعِ عشق میں اک حسن کی دنیا بسائی تھی
بہت بھولی بھلی تخلیقِ حسنِ رنگ و بو میری

مجھے پروا نہیں گر کامیابی مجھ سے برہم ہو
جہانِ آرزو میرا ہے "جانِ آرزو" میری

بظاہر حسن کے تارے اگر چھو لیں تو جل جائیں
انھیں چنگاریوں سے کھیلتی ہے آرزو میری

تصور ہمارے، تخیل ہمارے
کبھی غنچہ و گل، کبھی چاند تارے

کلی، پھول، بجلی، فلک کے ستارے
نگاہیں تمہاری، تبسم تمہارے

دلوں کے بنائے، نظر کے سنوارے
یہی حسن والے، یہی ماہ پارے

کہیں دکھ نہ پہنچائیں اک دن یہ تارے
نہ دیکھو محبت کے رنگیں شرارے

ادھر آ، محبت کی جنت دکھا دوں
ارے دل کی ویران دنیا کے مارے!

رخ حسن پر یہ جھٹکی ہے افشاں
کہ مہتاب سے کھیلتے ہیں شرارے

محبت کے ساگر میں ڈوبے گی نیا
مگر کھے رہا ہوں تمہارے سہارے

جو کہئے تو میں غیر فانی بنا دوں
شباب و محبت کے رنگیں نظارے

غضب ہے، ادھر ایک ٹوٹی سی نیا
ادھر پریم ساگر میں بے رحم دھارے

وہ بھولی محبت، وہ معصوم قسمیں،
وہ ننھے سے ہاتھوں میں آنچل کے پارے

محبت سے خود حسن ٹکرا رہا ہے
کھڑا ہے کوئی آئینے کے کنارے

جو ہوتا کوئی دلنواز تصور
تو ہم توڑ لاتے فلک کے ستارے

کوئی جب سلام اور دنیا بنے گی
تو چمکیں گے اک دن مرے ماہ پارے

دنیا نہ مانے، اچھا نہ مانے، فکر ہی کیا ہے، مانے نہ مانے
آپ کہوں گا، آپ سنوں گا، میرے لئے ہیں میرے فسانے

پچھلے پہر جب آتے ہیں انجم رقصِ تبسم اپنا دکھانے
غنچۂ و گل کی بزمِ طرب میں جاتا ہوں میں بھی آنسو بہانے

دیکھ پپیہے! ملتی بھی ہے کچھ میری کہانی، تیری کہانی
میں بھی سناؤں اپنے ترانے، تو بھی سنائے اپنے ترانے

بنے جاتے ہیں وہ مرکز جہاں پر حسنِ محفل کے
وہیں سارے نظارے کھو رہے ہیں دیدۂ دل کے

مجھے تسلیم، اے بحرِ حوادث! پھر بہا دینا
پہونچ تو لے ذرا کشتی مری نزدیک ساحل کے

اگر تکمیل ہی ہے جو سکوتِ شوقِ منزل ہو
تو ہم شاکی نہیں اے ہمنشیں! دوریِ منزل کے

مری مرضی کہ میں جھنکار کو نغمہ سمجھتا ہوں
یہ ان کا ذوق جو پابند ہیں طوق و سلاسل کے

ایسا نہ ہو کہ چھیڑ دے پھر کوئی غم کا تار
آج تو کھو گیا ہوں میں ارگنِ نغمہ بار میں

کل ہی تو آنسوؤں میں تھیں بکھری ہوئی کہانیاں
آج وہ نظم بن گئیں پردۂ آبشار میں

چیر دو ایک رات اور تارے یونہی ہنسا کریں
میں انھیں کھینچ لاؤں گا رقص گہِ شرار میں

یہ عالمِ تنہائی، یہ محویتِ دلکش — جیسے کہ تصور میں تم سامنے آتے ہو

سلام! عید کی آمد ہے لوگ شاداں ہیں — مگر تم ایسے کہ آنسو بہائے جاتے ہو

تمہارے عید کے تحفہ کا شکریہ لیکن — نہ جانے کاہے کو میں مسکرا نہیں سکتا

غمِ حیات کی پیہم نوازشوں کے نثار — کہ دوستوں کی محبت سے جھینپ جاتا ہوں

ذمہ مرا جو جانِ تصور بنا نہ دوں — میرے تصورات کو کچھ آسرا تو دو
میں نے تو کیفِ شوق میں دیکھا ہے ایک خواب — اب اس جہانِ خواب پہ تم مسکرا تو دو
لو، چھیڑتا ہوں سازِ فسردہ بطرزِ نو — تم خود مری غزل کو ذرا آج گا تو دو

کس طرح نہ جانے یہ جرأت اے حوصلہ پرور کرتا ہوں
میں آج تصور کے اپنے کچھ پھول نچھاور کرتا ہوں

انگارے

جو انساں کی آہ سے بنکر اشکوں سے بجھ جاتے ہیں
کرتا ہوں منسوب یہ احساسات انھیں انگاروں سے

سلام

"اُردو سوسائٹی" لکھنؤ انتہائی افسوس کے ساتھ اظہار کرتی ہے کہ اس مجموعے میں وہ نظمیں نہیں شایع ہو رہی ہیں جو "انگارے" کے حصّے میں شامل تھیں۔ سب کچھ ہو جانے اور پروف (Proof) دیکھ لینے کے بعد ہمیں اچانک معلوم ہوا کہ کتاب نہیں شایع ہو سکتی۔

اس جنگ اور آرڈیننز کے زمانہ میں یہ کوئی خلاف توقع بات نہ تھی سلام صاحب بھی نظموں میں ترمیم کر کے اپنے آرٹ کا گلا گھونٹنے کے لیے تیار نہ ہوئے لہذا صرف انقلابی ہی نہیں بلکہ ترقی پسند (Progressive) نظمیں بھی نکال دی گئی ہیں۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ سلام صاحب اپنی انھیں نظموں کیلئے مشہور ہیں۔ "اُردو سوسائٹی" کو ان حضرات کے احساسات کا احترام ہے جو "میرے نغمے" میں اس نوجوان مفکر کی اصل اور اسکی موجودہ ادبی زندگی کی با اثر جھلک دیکھنے کی امید میں تھے۔

ہم شائقین اور مصنف کے ذاتی نقصان پر سچی اظہار ہمدردی کے بعد دردار لفظوں میں یہ وعدہ کرتے ہیں کہ جیوں ہی فضا کچھ موافق ہوئی اور جیسے ہی ادب اور آرٹ کو زبان کھولنے کی اجازت ملی ہم سلام مچھلی شہری کے تمام کلام کا مجموعہ شاندار طور پر پیش کریں گے۔

فی الحال "پھول" کا تحفہ حاضر ہے — ان حلقوں کیلئے جو سلام صاحب کی رومانی اور نیچرل نغموں کو زیادہ کامیاب سمجھتے ہیں اور جہاں "ترقی پسند ادب" کو کافی وسعتیں حاصل ہیں۔

"اُردو سوسائٹی" — لکھنؤ

یکم ستمبر ۱۹۴۰ء